جناب مولانا شبیر احمد خاں غوری

اسلام کی علمی تاریخ میں علّامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی تصانیف کا مقام

حاشیہ خیالی

خیالی کی اہمیت

"شرح عقائد نسفی" پر جتنے حواشی لکھے گئے، ان میں سب سے زیادہ اہم مولیٰ احمد بن موسیٰ الخیالی کا حاشیہ ہے جو اپنے مصنف کے نام پر خیالی کہلاتا ہے۔ مدتوں اس کے ذریعہ طلبہ کی ذہانت وذکاوت کا امتحان لیا جاتا رہا، چنانچہ طاش کبری زادہ نے لکھا ہے:

"وله من المصنفات حواشی علی شرح العقائد النسفية سلك فيها مسلك الايجاز يمتحن به الاذكياء من الطلاب وهی مقبولة بين الخواص وشهرتها تغنی عن مدحها.

ان کی (مولیٰ احمد بن موسیٰ الخیالی کی) تصانیف میں سے "حاشیہ شرح عقائد نسفی" ہے جس میں انھوں نے ایجاز واختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس کے ذریعہ ذہین و ذکی طلبہ کا امتحان لیا جاتا تھا۔ وہ خواص میں مقبول ہے اور اس کی شہرت اس کی تعریف سے مستغنی ہے۔ (الشقائق النعمانیہ برحاشیہ تاریخ ابن خلکان جلد اول صفحہ ۱۵۵۔

(۱۵۶)

علامہ سیالکوٹی بھی اس کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان منها ما علقه الفاضل المحشی المحقق والالمعی المدقق المولی الفاضل الخیالی للطف معانیه و حسن مبانیه. قد امتدت عليه

شرح عقائد نسفی پر جو حواشی لکھے گئے ہیں، ان میں سے (زیادہ مشہور) وہ حاشیہ ہے جسے محشی محقق اور عالم مدقق فاضل (مولیٰ احمد بن موسیٰ) الخیالی نے تحریر کیا تھا۔ یہ اپنے لطافت معانی اور مسائل اساسیہ کے حسن

عناق الخواطر وسهرت لاجله عيون الاماجد۔
(حاشیہ عبدالحکیم بر خیالی)

تنقیح کی وجہ سے مشہور ہے اور علمائے کرام کی خواطر (قلوب ذاکیہ) کی گردنیں اس کی طرف دراز ہوگئی ہیں اور محققین کی آنکھوں نے اس کے حل مشکلات کے لیے شب بیداری کی ہے۔

خیالی کے ساتھ اعتنا

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد افاضل علما نے اسے اپنے تحشیہ کا موضوع بنایا۔ چنانچہ علمائے روم میں سے مولی شجاع الیاس رومی، کمال الدین اسماعیل قرامانی، مولی عطاء اللہ، رمضان بن عبدالمحسن بہشتی، قول احمد، ساجقلی زادہ وغیرہ نے مولی خیالی کے اس "حاشیہ شرح عقائد نسفی" پر حواشی لکھے۔

خیالی ہندوستان میں

غالباً "شرح عقائد نسفی" کے کچھ ہی دن بعد "خیالی کا حاشیہ" بھی ہندوستان میں داخل ہوا اور جلد ہی درس میں شامل کر لیا گیا۔ چنانچہ یہاں کے علما نے بھی اس کے تحشیہ کے ساتھ اعتنا کیا۔ ان محشیوں میں سے علامہ سیالکوٹی کے حریف مفتی عبدالسلام دیوی، شیخ محمد سعید سرہندی، اور متاخرین میں سے مفتی وجیہ الدین گوپاموی زیادہ مشہور ہیں۔ (الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند صفحہ ۲۳۰)۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور خیالی کے ساتھ اعتنا

لیکن علمائے روم کے حواشی ہوں یا علمائے ہند کے، سب طالبان علم کو اطمینان خاطر بخشنے سے قاصر تھے، چنانچہ خود علامہ عبدالحکیم ان حواشی خیالی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لكن ما اتوا بما يروي الغليل او يشفي العليل لما ان ابكار آبيه عن خطبة كل عاذب و مخدراته محتجبة لا تنجلي لكل طالب"
(حاشیہ عبدالحکیم بر خیالی)

لیکن ان علمائے محشین نے کوئی ایسی بات تحریر نہیں کی جو تشنۂ وضاحت لوگوں کی علمی پیاس کو بجھا سکتی یا بیماروں (یعنی خود غلط مدعیان تحقیق) کو شفا بخشتی (ان کی غلطیوں پر متنبہ کرتی) کیونکہ اس کے دوشیزہ مسائل ہر شخص کو پیغام شادی دینے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے پردہ نشین غوامض ہر طلب گار کے لیے ظاہر نہیں ہوتے (اس کے [illegible]

اس کمی کو علامہ نے پورا کیا۔ چنانچہ اس تبصرے کے بعد فرماتے ہیں :

"فصرفت برهة من عنفوان الشباب فی حل مبانیه وانتهبت فرصة عن اعین الزمان لتحقیق معانیه.. فحققت مقاصده وبینت مصادره وموارده .... مجیباً عن شبهة الناظرین فجاء بحمد الله تعالیٰ موافقاً للمامول وتم بعون الله تعالیٰ مطابقاً للمسئول"

پس میں نے اپنے عنفوان شباب کا ایک حصہ اس کے اساسی مسائل کے حل میں صرف کیا اور اس کے تحقیق معانی کے لیے زمانہ کی آنکھوں سے کچھ فرصت کے لمحات اڑا لیے..... اور میں نے اس کے مقاصد کی تحقیق کی اور اس کے مصادر و موارد کو بیان کیا..... کتاب دیکھنے والوں کے شبہات کا جواب دیا۔ اس طرح یہ کتاب امید کے موافق بن گئی۔ فالحمد للہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے احباب کی خواہش کے مطابق ہو گئی۔

اور یہ محض تعلی نہیں ہے، بلکہ امر واقعہ ہے کیوں کہ ان بے شمار حواشی میں سے بقائے دوام کا شرف قسام ازل نے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ہی کے حاشیہ کے نصیب میں مقرر کر رکھا تھا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون" میں لکھا ہے :

"وعلی الخیالی حاشیة .... للملا عبدالحکیم بن شمس الدین الهندی السیالکوٹی المتوفی سنه نیف وستین والف وهی احسن الحواشی مقبولة عند العلماء"

اور خیالی پر..... ملا عبدالحکیم بن شمس الدین ہندی سیالکوٹی کا حاشیہ ہے جنھوں نے ۱۰۶۰ھ کے کچھ بعد وفات پائی وہ خیالی کے حاشیوں میں سب سے بہتر ہے اور علما کے نزدیک مقبول ہے۔

خود ہمارے یہاں مدارس عربیہ کے اندر "خیالی" اور اس پر علامہ عبدالحکیم کے حاشیہ کے متعلق مشہور ہے۔

علامہ نے اپنی بیشتر تصانیف، جیسا کہ شروع میں عبدالحمید لاہوری کی تصریح مذکور ہوئی، بادشاہ شاہ جہاں ہی کے نام پر معنون کی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی فکر کے کسی شاہکار کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تو قدردانی کی تلاش میں اسے بادشاہ ہی کے یہاں لے جاتے اور بادشاہ دانش نواز صلہ و تحسین سے انھیں نوازتا۔ چنانچہ خیالی کے حاشیہ کو بھی جو ان کی کاوش فکر کا شاہکار ہے، انھوں نے بادشاہ ہی کے نام پر معنون کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

"ثم الحفته بخزانة من تقلد بايادية كواهل الاحسان ... مربي العلماء والصلحا حامي الملة الحنيفية الغراء المويد بجنود النصر من عند الله الغازي ابوالمظفر شهاب الدين شاه جهان بادشاه الغازي" (حاشیہ عبدالحکیم بر خیالی)

پھر میں نے اسے اس بادشاہ جم جاہ کے خزانہ میں داخل کیا جنکی نعمتوں سے جو واحسان کے کندھے گراں بار ہیں ..... جو علماء و صلحا کا سرپرست اور ملت اسلامیہ کا مددگار ہے اور جو جزا دینے والے اللہ تعالیٰ کی نصر و امداد کے لشکروں کے ساتھ موید ہے اور جس کا نام ابوالمظفر شہاب الدین شاہ جہاں بادشاہ غازی ہے۔

۳۔ حاشیہ شرح عقائد ملا جلال دوانی

شرح عقائد ملا جلال

قاضی عضدالدین الایجی (المتوفی ۷۵۶ھ) نے "المواقف فی الکلام" کے علاوہ عقائد میں بھی ایک متن متین لکھا تھا (قاضی صاحب اور ان کے المواقف فی الکلام کا تذکرہ آگے آرہا ہے) یہ متن "عقائد عضدی" کے نام سے مشہور تھا۔ بعد میں علما نے اس کی شروح لکھیں جن میں میر سید شریف، افتخارالدین محمد دامغانی اور ملا عصام الدین اسفرائنی کی شروح مشہور ہیں۔

مگر "عقائد عضدی" کی شروح میں قبول عام صرف محقق دوانی (المتوفی ۹۰۸ھ) کی شرح کو نصیب ہوا جو ہمارے مدارس میں "شرح عقائد جلالی" کے نام سے متداول رہی ہے۔

شرح عقائد دوانی پر تحشیہ کا رواج

محقق دوانی کے شاگرد خواجہ جمال الدین محمود تھے اور ان کے شاگرد مرزا جان شیرازی۔ مرزا جان شیرازی کے شاگرد رشید مولانا یوسف کوسج بن محمد خاں قراباغی تھے۔

محقق دوانی کی شرح (شرح عقائد جلالی) پر انھیں مولانا یوسف کوسج نے حاشیہ لکھا۔ جب یہ حاشیہ شیراز پہنچا تو مولانا حسین خلخالی (المتوفی ۱۰۴۰ھ) نے بھی ایک حاشیہ لکھا اور اس میں مولانا یوسف کوسج کے حاشیہ پر اعتراضات کیے۔ جب مولانا حسین خلخالی کا حاشیہ مولانا یوسف کوسج کے پاس آیا تو انھوں نے ایک دوسرا حاشیہ "تتمۃ الحواشی فی ازالۃ الغواشی" کے نام سے لکھا۔ چنانچہ امام الدین ریاضی نے تذکرہ باغستان میں لکھا ہے:

"چون (مولانا یوسف کوسج) حاشیہ عقائد (جلالی) را نوشتہ بایران فرستاد، مولانا حسین خلخالی در تبریز از حاشیہ دیگر برشرح مذکور نوشتہ و در اثنائے تحشیہ در اکثر مواضع بر مولانا یوسف اعتراض نوشتہ۔ بعد ازاں کہ حاشیہ خلخالی بہ مولانا یوسف رسید، حواشی دیگر در جواب آں اعتراضات نوشت وآں را بہ تتمۃ الحواشی موسوم ساخت۔"

(تذکرہ باغستان از امام الدین الریاضی صفحہ ۸۰ ب)

علامہ عبدالحکیم اور شرح عقائد جلالی کا تحشیہ

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، مولانا یوسف کوسج (المتوفی ۱۰۵۰ھ) اور مولانا حسین خلخالی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) کے معاصر تھے اور غالباً اس علمی معرکہ آرائی سے واقف تھے۔ پھر دسویں صدی کے آخر میں جب امیر فتح اللہ شیرازی اکبر کی طلب پر دکن سے ہندوستان آئے تو اپنے ہمراہ علمائے ولایت کی کتب معقولات بھی لائے اور انھیں یہاں کے نصاب میں داخل کیا۔ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے:

"تصانیف علمائے متاخرین ولایت مثل محقق دوانی و میر صدر الدین و میر غیاث الدین منصور و میرزا جان امیر (امیر فتح اللہ شیرازی) بہ ہندوستان آورد۔ و در حلقہ درس انداخت۔" (مآثر الکرام صفحہ ۲۳۸)

غالباً انھیں نئی کتابوں میں "شرح عقائد جلالی" کا بھی یہاں رواج ہوا ہوگا۔ مگر علامہ سیالکوٹی سے پہلے کسی اور ہندوستانی فاضل کے "شرح عقائد جلالی" کا پتہ نہیں چلتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے مولانا یوسف کوسج اور مولانا حسین خلخالی کی علمی معرکہ آرائی سے متاثر ہو کر یہ حاشیہ لکھا تھا۔

ہندوستان میں شرح عقائد جلالی کے ساتھ اعتنا

متاخرین فضلائے ہند میں بھی اس کے تحشیہ کا رواج رہا۔ ان میں سب سے بہتر ملا قطب الدین شہید سہالوی کا حاشیہ تھا جو ان کی زندگی کا شاہکار سمجھا جاتا تھا۔ مگر افسوس ان کے قتل کے بعد جب دشمنوں نے ان کے مکان کو آگ لگائی تو امتعہ و اقمشہ کے ساتھ یہ متاع عزیز بھی نذر آتش ہو گئی۔ چنانچہ آزاد بلگرامی نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"ملا قطب الدین سہالوی، بر شرح عقائد علامہ دوانی حاشیۂ دقیقہ تحقیق کردہ بود۔ فتنہ جویاں وقت شب خون، خانۂ ملا را آتش زدند۔ حاشیۂ مذکور درضمن اثاث البیت طعمۂ آتش بیداوگردید۔"

(مآثر الکرام صفحہ ۲۱۰)

علامہ سیالکوٹی کا حاشیہ شرح عقائد جلالی اور اس کی اہمیت

متقدمین فضلائے ہند میں غالباً شرح عقائد جلالی سے اعتنا اور تحشیہ کے باب میں اولیت کا شرف علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ہی کو پہنچتا ہے۔ افسوس ان کا یہ "حاشیہ شرح عقائد جلالی" ہمارے سامنے نہیں ہے ورنہ اندازہ ہوتا کہ ہندوستانی عبقریت نے کس طرح ایرانی و تورانی عبقریت سے ٹکر لی۔

ممکن ہے مولانا کے معاصرین نے بھی اس پر حاشیہ لکھا ہو۔ مگر بعد میں اعتنا علامہ ہی کے "حاشیہ شرح عقائد جلالی" کے ساتھ کیا گیا اور متاخرین میں جب اور علماء نے اس کے تحشیہ کے ساتھ اعتنا کیا تو علامہ ہی کی تدقیقات و تحقیقات کو در خور قیل و قال سمجھا گیا۔ چنانچہ مولانا سید محمد باقر جائسی نے اور ان کے بعد مولانا کرم اللہ علوی نے جو حواشی لکھے ان میں اپنے پیش رووں کے ضمن میں علامہ کی تحقیقات علیہ کو بھی مورد قیل و قال بنایا۔ آخر زمانہ میں مولانا کمال الدین سہالوی، ملا نظام الدین سہالوی (بانی درس نظامیہ) اور مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی نے "شرح عقائد جلالی" پر حواشی لکھے جن میں علامہ کے اقوال پر تبصرے کیے۔

۴۔ حاشیہ شرح مواقف

المواقف فی الکلام

"المواقف فی الکلام" قاضی عضدالدین الایجی (المتوفی ۷۵۶ھ) کا علم کلام میں متن متین تھا، جس نے سابق کی کتب کلامیہ کو ماند کر کے رکھ دیا تھا۔ حافظ شیرازی نے سلطان ابو اسحٰق انجو والی شیراز کے عہد کے پانچ رتنوں کے ذکر میں اس کتاب اور اس کے مصنف کو سراہا ہے۔ فرماتے ہیں:

دگر شہنشہ دانش عضد کہ در تصنیف ... بنائے کار "مواقف" بنام شاہ نہاد

دنیا کے سلاطین عالی تبار اس بات کے متمنی تھے کہ علم کلام کا یہ مایۂ ناز شاہکار ان کے نام معنون ہو چنانچہ مصنف علیہ الرحمۃ خود دیباچۂ کتاب (المواقف) میں فرماتے ہیں:

«بکراً من ابکار الجنان .... وکنت برھۃ من الزمان اُجیل رای واُردد قداحی	کتاب المواقف دوشیزگان جنت میں سے ایک دوشیزہ ہے ..... میں ایک عرصہ تک اسی فکر میں سرگرداں رہا

"..... مع تعدد خاطبيها وكثرة الراغبين فيها"

(کہ اسے کس کے نام معنون کروں، حالاں کہ اس کے طلب گار بہت تھے۔

اور "المواقف" کے فاضل شارح میر سید شریف نے "خاطبیہا" کی شرح میں تصریح کی ہے:

"ومن جملة خاطبيها سلطان الهند محمد شاه جونه"

اور ان لوگوں میں سے جو "المواقف" کو اپنے نام پر معنون کرانے کے خواہش مند تھے، بادشاہ ہندوستان محمد شاہ جونا (محمد تغلق) بھی تھا۔

چنانچہ اس نے (محمد تغلق نے) قاضی عضد کو ہندوستان لانے کے لیے نیز کتاب المواقف کو اپنے نام پر معنون کرانے کے لیے شہر دہلی کے مشہور فاضل مولانا معین الدین عمرانی کو شیراز بھیجا۔ محدث عبد الحق رح "اخبار الاخیار" میں فرماتے ہیں:

"چنیں گویند کہ سلطان محمد تغلق کہ قاضی عضد را بہ دیار ہندوستان طلبیدہ و توشیح متن مواقف بنام خود التماس نمودہ ہم مولانائے مذکور را فرستادہ بود۔"

اسی طرح آزاد بلگرامی نے "سبحۃ المرجان" میں لکھا ہے:

"ارسله السلطان محمد بن تغلق شاه والى الهند المتوفى سنة ثنتين وخمسين وسبعمائة الى القاضى عضد الدين الايجى بشيراز وانحف اليه هدايا غير محصورة والتمس مجيئه الى الهند"

سلطان محمد تغلق (المتوفی ۷۵۲ھ) نے مولانا معین الدین عمرانی کو قاضی عضد الدین ایجی کے پاس شیراز بے شمار تحف و ہدایا کے ساتھ بھیجا اور ان سے ہندوستان آنے کی درخواست کی۔ (سبحۃ المرجان ص ۴۲)

مگر والی شیراز سلطان ابو اسحٰق انجو نے قاضی عضد کو ہندوستان نہ آنے دیا اور آخر میں قاضی صاحب نے اس کتاب کو اسی کے (ابو اسحٰق انجو کے) نام پر معنون کیا۔

سلاطین وقت کی اس رغبت اور منافست سے اس کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شرح المواقف اور اس کی مقبولیت

"المواقف" پر متعدد لوگوں نے شروح لکھیں مثلاً شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی، سیف الدین الابہری، مولیٰ علاء الدین طوسی وغیرہم نے لیکن قبول عام صرف میر سید شریف جرجانی ہی کی شرح کو نصیب ہوا۔ میر سید شریف" نے "المواقف" کو محمد بن مبارک شاہ منطقی سے پڑھا تھا جنھوں نے اسے براہ راست

مصنف قاضی عضدالدین سے پڑھا تھا چنانچہ سخاوی نے "الضوء اللامع" کے اندر میر سید شریف کے تذکرے میں لکھا ہے:

"ان من شیوخہ بالقاھرۃ العلامہ مبارك شاہ قرأ علیہ المواقف لشیخہ العضد"

قاہرہ میں ان کے (میر سید شریف کے) اساتذہ کے اندر علامہ (شمس الدین بن محمد) مبارک شاہ بھی تھے میر سید شریف نے ان سے "المواقف" پڑھی جو ابن مبارک شاہ کے استاد قاضی عضد کی تصنیف ہے۔

اس طرح میر سید شریف نے صرف ایک ہی واسطے سے قاضی عضد سے "المواقف" کے اسرار و غوامض کو اخذ کیا۔ اسی وجہ سے ان کی "شرح المواقف" کے مقابلے میں دیگر فضلا کی شروح گوشۂ گمنامی میں جا پڑیں اور آج بھی انھیں کی شرح "شرح المواقف" کے نام سے مروج ہے۔

زمانۂ دراز تک میر سید شریف کی "شرح المواقف" درس میں متداول رہی اور اکثر علما نے مشاہیر نے اس پر حواشی لکھے۔ ان محشیوں میں مولیٰ خواجہ زادہ، حسن چلپی بن محمد شاہ فناری، حسن بن عبدالصمد سامسونی، مصلح الدین قسطلانی، یوسف بن حسین کرماستی، سنان الدین یوسف عجمی، کمال الدین اسمٰعیل قرامانی، عذاری کرمیانی، مولیٰ لطفی، سیدی حمیدی، سیدی قرامانی، نورالدین قراصوی، مولیٰ بالی ایدینی، محی الدین شاہ فناری، سنان الدین یوسف بن مولیٰ علاء الدین یکانی، مولیٰ حافظ شیخ شمس الدین احمد، ابن کمال پاشا، مصلح الدین لاری، نشانجی زادہ، صاروکرز اوغلی زادہ، عبدالرحمٰن بن ساجقلی زادہ، لطف اللہ بن حسین توقانی، ابن المؤید اماسی، مولیٰ محمد شاہ بن علی الفناری، مولیٰ محمد بن احمد حافظ عجم۔ محی الدین خطیب زادہ، سیدی علی عجمی، قوام الدین یوسف بن حسن، مولیٰ صالح بن جلال، خضر شاہ بن عبداللطیف علمائے روم میں سے اور حکیم شاہ قزوینی، ابوالفضل گازرونی، مسعود شیروانی، فتح اللہ شیروانی، اور مرزا جان شیرازی، علمائے عجم میں سے شرح مواقف کے تحشیہ کے لیے مشہور ہیں (کشف الظنون جلد ثانی صفحہ ۵۶۲-۵۶۳)۔

شرح مواقف ہندوستان میں

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ محمد بن تغلق بادشاہ "المواقف" کو اپنے نام پر معنون کرانے کا متمنی تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ "المواقف" کی شہرت ہندوستان میں آٹھویں صدی کے نصف اول ہی میں پہنچ چکی تھی۔ لیکن

JAMIA LIB

درس میں اس کا سلسلہ [illegible] صدی کے آغاز سے ملتا ہے جب کہ مولانا یونس سمرقندی (المتوفی ۹۵۱ھ) سے حسین شاہ سہندی نے دیگر کتابوں کے علاوہ "شرح المواقف" کو بھی پڑھا تھا۔ اس صدی کے نصف آخر میں ماوراء النہر کے ایک جلیل القدر فاضل مولانا عبدالسمیع اندجانی ہندوستان تشریف لائے۔ انھیں "شرح المواقف" کی تدریس میں خاص دستگاہ حاصل تھی چنانچہ احمد امین رازی نے "ہفت اقلیم" میں لکھا ہے:

"قاضی عبدالسمیع از شاگردان مولانا احمد جند است و نسبتش بہ صاحب ہدایہ منتہی شود۔ و شرح مواقف و حاشیہ مطالع نیک می داند۔ و امروز در ہند حسب الحکم اشرف اقضی القضاۃ معسکر ظفر اثر است"۔ (ہفت اقلیم جلد دوم صفحہ ۲۱۴)

شرح مواقف کے ساتھ علمائے ہند کا اعتنا

درس و تدریس کے نتیجہ میں افاضل ہندوستان نے "شرح المواقف" پر حواشی بھی لکھے۔ ان محشیوں میں مولانا وجیہ الدین گجراتی، شیخ ہبۃ اللہ شیرازی، اور مولانا عبدالوہاب کشمیری کے نام خصوصیت سے مشہور ہیں۔ بعد کے مشاہیر میں میر زاہد ہروی نے جو علامہ کے ایک معاصر قاضی محمد اسلم کے صاحب زادے تھے "شرح المواقف" کے دوسرے موقف "امور عامہ" پر ایک مبسوط حاشیہ لکھا جو عرصہ تک معقولات کے اعلیٰ درس میں داخل رہا۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ شرح المواقف اور اس کی اہمیت

لیکن فضلائے ہندوستان کے حواشی میں سے صرف علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ہی کے "حاشیہ شرح المواقف" کو ہندوستان سے باہر قبول عام کا درجہ نصیب ہوا۔ حاجی خلیفہ نے "المواقف" اور اس کے شروح و حواشی کے ضمن میں علمائے ہندوستان کے حواشی میں سے صرف علامہ سیالکوٹی ہی کے حاشیہ کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"وعلیٰ شرح المواقف السید حاشیۃ لعبد الحکیم السیالکوٹی اللاھوری"۔	اور میر سید شریف کی شرح المواقف پر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی لاہوری کا حاشیہ ہے۔ (کشف الظنون جلد ثانی صفحہ ۵۰۳)

اس سے زیادہ یہ کہ مصر و استنبول میں شرح المواقف کے غالباً تین حاشیے طبع ہوئے ہیں اور ان میں سے ایک علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا ہے۔

علامہ کا حاشیہ شرح المواقف مکمل نہیں ہے، بلکہ صرف پانچویں موقف تک ہے۔ مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ انھوں نے اسے اپنے صاحب زادے مولانا عبداللہ لبیب کے لیے جب کہ وہ اس

کتاب کو ان سے پڑھتے تھے، لکھا تھا۔

"هذه فوائد بل فرائد علقتها على شرح المواقف سيد المحققين وافضل المدققين عند قرأة قرة العين لهذا الغريب عبد الله الملقب باللبيب تذكرة للاحباب وتحفة للاصحاب وعدة ليوم الحساب وانا الفقير المتمسك بالحبل المتين عبد الحكيم بن الشيخ شمس الدين"

یہ نکات و فوائد جنھیں موتی کہنا چاہیے، وہ حواشی ہیں جنھیں میں نے سید المحققین اور افضل المدققین (میر سید شریف) کی "شرح المواقف" پر تحریر کیا تھا، جب کہ مجھ غریب کی آنکھوں کی ٹھنڈک (میرا بیٹا) عبداللہ، جس کا لقب لبیب ہے (مجھ سے یہ کتاب) پڑھتا تھا۔ (میں نے ان حواشی کو) اپنے دوستوں کے واسطے ایک یادگار، ساتھیوں کے لیے ایک تحفہ اور روز قیامت کے لیے تیاری (بنایا ہے)

اور میں فقیر (جو دین کی) مضبوط رسی کو خوب پکڑنے والا ہے عبدالحکیم بن شیخ شمس الدین ہوں۔

اور اس حاشیہ کے افادات و اشارات کے مطالعہ کے بعد ان "فوائد و فرائد" کی اہمیت و عظمت کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

(د) منطق

۱۔ حاشیہ شرح شمسیہ

"شمسیہ" کا پورا نام "الرسالۃ الشمسیہ فی القواعد المنطقیہ" ہے جسے نجم الدین کاتبی (تلمیذ محقق طوسی) نے لکھ کر خواجہ شمس الدین وزیر کے نام پر معنون کیا تھا اسی وجہ سے یہ متن "شمسیہ" کہلاتا ہے)۔ بعد میں یہ متن بہت مقبول ہوا اور اکثر علما نے اس پر شروح لکھیں جن میں سب سے زیادہ مقبول قطب الدین رازیؒ کی شرح ہوئی۔ قطب رازی نے اپنی اس شرح کا نام "تحریر القواعد المنطقیہ فی شرح الرسالۃ الشمسیہ" رکھا تھا۔ مگر یہ اپنے مصنف کے نام پر "قطبی" کہلاتی ہے۔

قطبی (شرح شمسیہ) کے ساتھ علما کا اعتنا

قطبی بہت جلد درس میں متداول ہو گئی اور اکثر علما نے اس پر حواشی لکھے۔ ان محشیوں میں قرہ داؤد،

سیدی علی عجمی، شمس الدین فناری، میر صدر الدین شیرازی، محقق دوانی، ابو الحسن دانش مندابیوری، شجاع الدین الیاس الرومی، عماد بن محمد بن یحییٰ بن علی الفارسی، مظفر الدین شیرازی، برہان الدین بن کمال الدین کے نام خاص طور سے مشہور ہیں۔

لیکن قطبی کے حاشیوں میں قبول عام صرف دو حاشیوں کو نصیب ہوا: میر سید شریف کے حاشیہ کو جو "میر قطبی" کہلاتا ہے اور سعد الدین تفتازانی کے حاشیہ کو جو "سعدیہ" کہلاتا ہے۔

قطبی کا ہندوستان میں رواج

ہندوستان میں "قطبی" کا رواج غالباً آٹھویں صدی ہجری کے نصف آخر سے ہوا۔ اسی زمانہ میں فیروز تغلق (۷۵۲ھ - ۷۹۰ھ) نے دہلی میں مدرسہ فیروزی تعمیر کیا اور اس کے اندر مولانا جلال الدین رومی کو صدر مقرر کیا۔ مولانا جلال الدین رومی قطب الدین رازی کے شاگرد تھے، چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "اخبار الاخیار" کے اندر سید یوسف بن سید جمال حسینیؒ کے تذکرے میں لکھا ہے:

"او شاگرد مولانا جلال الدین رومی است کہ از تلامذہ مولانا قطب الدین رازی شارح شمسیہ و مطالع است۔"

(اخبار الاخیار صفحہ ۱۵۰)

غالباً انھیں مولانا جلال الدین رومی نے اپنے استاد مولانا قطب الدین کی اس شرح (شرح شمسیہ) کو لاکر منطق کے نصاب میں داخل کیا اور چوں کہ اس زمانہ میں معقولات سے زیادہ رواج شرعیات کا تھا، لہٰذا دسویں صدی ہجری کے آغاز تک یہی کتاب منطق کی اعلیٰ ترین کتاب سمجھی جاتی تھی تاآنکہ نویں صدی کے آخر میں علمائے ملتان نے آکر دہلی میں معقولات پر زور دیا جیساکہ آزاد بلگرامی نے مولانا عبداللہ تلبنی اور شیخ عزیز اللہ تلبنی کے تذکرے میں لکھا ہے:

"آخر الامر از خرابی ملتان او (مولانا عزیز اللہ تلبنی) و شیخ عزیز اللہ تلبنی رخت رحلت بدار الخلافہ دہلی کشیدند و علم معقول را دریں دیار مروج ساختند۔ و پیش ازیں غیر شرح شمسیہ و شرح صحائف از علم منطق و کلام در ہند شائع نبود۔"

(مآثر الکرام صفحہ ۱۹۱)

اور دسویں صدی کے آخر میں جب امیر فتح اللہ شیرازی اکبر کی طلب پر ہندوستان آئے اور متاخرین علمائے ولایت کی کتب معقولات نصاب میں داخل کیں تو پھر تو اس وقت سے معقولات کی گرم بازاری کا یہ عالم ہوا کہ نصاب پر معقولات ہی معقولات چھا کر رہ گئی۔

بہرحال دسویں صدی ہجری سے قبل "شرح شمسیہ" منطق کی اعلیٰ ترین کتاب سمجھی جاتی تھی، لہٰذا افاضل علمائے ہند نے تحشیہ کے ذریعہ اس کے ساتھ اعتنا کیا۔ ان میں مولانا عبدالوہاب کشمیری، مولانا وجیہ الدین گجراتی، شیخ ہبۃ اللہ شیرازی اور قاضی نور اللہ شوستری کے حواشی مشہور ہیں۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ شرح شمسیہ

منطق کی تاریخ کے اندر "شمسیہ" کے سلسلے میں تین کتابوں کو اہمیت حاصل ہوئی اخود "شمسیہ"۔ "شمسیہ" کی شرح از قطب الدین رازی جو اپنے مصنف کے نام پر "قطبی" کہلاتی ہے اور "قطبی" پر میر سید شریف کا حاشیہ جو "میر قطبی" کہلاتا ہے۔ اس سلسلۃ الذہب کی چوتھی اور آخری کڑی علامہ عبدالحکیم کا حاشیہ ہے جو انھوں نے "میر قطبی" پر تحریر فرمایا تھا۔

اس حاشیہ میں علامہ سیالکوٹی "قطبی" اور "میر قطبی" کی اہمیت کو بدیں طور تحریر فرماتے ہیں:

"الشرح المنسوب الی الطود العظیم والمعتمد الجسیم والحواشی المعلقة علیه للسید السند والحبر الاوحد"

(قطبی) وہ شرح ہے جو عظیم المرتبت عالم (قطب الدین رازی) اور قابل اعتماد فاضل کی طرف منسوب ہے اور اس کے حواشی و تعلیقات جو سید سند اور یکتا عالم (میر سید شریف) کے تحریر کیے ہوئے ہیں۔

(مجموعہ قطبی و حواشی قطبی جلد اول صفحہ ۳)

لیکن ان دونوں کتابوں (قطبی و میر قطبی) پر افاضل محققین نے جو حواشی و تعلیقات تحریر فرمائی تھیں علامہ سیالکوٹی ان سے مطمئن نہیں ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

"ان ما علق علیهما الفضلاء مع اشتهارهم بهما بعضها غیر وافیة لوجود الطفرة وبعضها غیر شافیة لعدم الظفرة وبعضها مملة للاطناب غیر متعلق بالکتاب وبعضها مخلة للاحتواء علی شکوک محیرة للطلاب"

(مجموعہ قطبی و حواشی قطبی جلد اوّل صفحہ ۴-۵)

جو حواشی ان دونوں کتابوں پر مختلف علمائے تحریر فرمائے ہیں، باوجود شہرت اور قیل و قال کے ان میں سے بعض اپنے اظہار مقصود میں خلا کی بنا پر غیر وافی ہیں اور بعض ان فضلا کی کوتاہی دریافت کی وجہ سے غیر اطمینان بخش ہیں اور بعض اپنی طوالت کی وجہ سے اکتا دینے والے ہیں، حالانکہ یہ زوائد اصل کتاب سے غیر متعلق ہے اور بعض افادہ مطلوب میں مخل ہیں، کیوں کہ وہ ایسے

شکوک و شبہات پر مشتمل ہیں جو طلبہ کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ علامہ کے صاحب زادے مولانا عبداللہ لبیب ان سے مختلف علوم و فنون کی تکمیل کر رہے تھے، علامہ نے لخت جگر ہی کے ایما سے یہ حاشیہ تصنیف فرمایا، چنانچہ لکھتے ہیں:

•قد سألنی الولد الاعز نور حدقة السعادة و نور حديقة العبادة و فؤاد الفؤاد لهذا الغريب عبد الله الملقب باللبيب عند قرأة الشرح و...... ان اكتب ما يسنح للذهن الكليل فی حل مشكلاتهما و أحرر ما يتقرر لدی فی كشف معضلاتهما سالكا طريقة الاقتصاد و مقتصراً على ايراد ما يتعلق بحل الكتاب۔	مجھ سے میرے زیرک بیٹے نے جو سعادت و نیک بختی کی آنکھ کا نور اور عبادت کے چمن کی کلی ہے اور جو اس غریب (عبدالحکیم سیالکوٹی) کا دل اور لخت جگر ہے یعنی عبداللہ جس کا لقب لبیب ہے، جس زمانہ میں وہ مجھ سے یہ شرح (قطبی و میر قطبی) پڑھ رہا تھا، درخواست کی... ...کہ میں ان نکات کو قلم بند کروں جو میرے ذہن میں ان دونوں کتابوں کی مشکلات حل کرتے وقت آتے ہیں۔ نیز ان کے غامض مقامات کی تشریح میں جو وضاحت میرے نزدیک ثابت و متقرر ہو۔ اسے تحریر کروں اور ایسا کرنے میں میانہ روی کے طریقہ پر گامزن رہوں اور صرف ان امور پر اکتفا کروں جو کتاب کے حل سے متعلق ہوں۔
(مجموعہ قطبی و حواشی قطبی جلد اوّل صفحہ ۳۰۳)	

اس طرح کچھ تو ادراک حقائق اور کچھ صاحب زادے کے پاس خاطر سے علامہ نے یہ حاشیہ تحریر کیا جس کے امتیازات حسب ذیل ہیں:

•مشیراً الی دفع الشبهة التی یوقع الاكیاً قطوف التامل فی فهم المعانی تاركاً طريق التعسف فی حل المبانی۔	میں اس کے اندر مذکورہ شبہات کی طرف اشارہ کرتا جاؤں اور اس کے فہم معانی میں حق تامل کو کام میں لاتا جاؤں نیز اس کے مسائل اساسیہ کے حل میں تعسف کے طریقہ سے احتراز کرتا رہوں۔

اور اس طرح یہ گنجینۂ علوم ظہور میں آیا جیسا کہ فرماتے ہیں:

•فجاء بحمد الله کنزاً لا تحصی فوائده و بحراً لا تستقصی فرائده ؟

تکمیل کے بعد علامہ نے اپنی دیگر تصانیف کی طرح اس حاشیہ کو بھی بادشاہ شاہ جہاں کے نام معنون کیا۔ فرماتے ہیں:

"ثم بعد ما تیسر لی اتمامه ..... جعلته عراضة لحضرة من خصه الله تعالی بالسلطنة الابدیة ... فخر الملوك والسلاطین .... المؤید بالتائید والنصر الربانی امیر المومنین ابو المظفر شهاب الدین شاه بادشاه صاحب القران الثانی۔ (ایضاً ملت۸)

پھر جب میرے لیے اس کتاب (حواشی شرح شمسیہ) کا اتمام آسان (حاصل) ہو گیا .... تو میں نے اسے بادشاہ کے دربار کے لیے پیش کش بنایا جسے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ رہنے والی سلطنت کے ساتھ مخصوص کیا ہے ..... جو ملوک و سلاطین کے لیے فخر ہے ..... جو اللہ تعالیٰ کی تائید اور امداد کے ساتھ مؤید ہے .... یعنی امیر المومنین ابو المظفر شہاب الدین شاہ جہاں بادشاہ صاحب قرانِ ثانی۔

علامہ سیالکوٹی کا یہ حاشیہ (حاشیہ شرح شمسیہ) منطقی فکر کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور بعد کے منطقیوں بالخصوص محب اللہ بہاری نے (سلم العلوم میں) ہندوستانی محققین قطبی میں سے صرف فاضل لاہوری (علامہ عبدالحکیم) ہی کو درخور اعتنا سمجھا اور ان کے منطقی منفردات سے تعرض کیا۔ "سلم" کے شراح بالخصوص حمداللہ نے اپنی شرح میں اس کی تصریح کی چنانچہ جابجا "فاضل لاہوری" کے نام سے ان کے افادات عالیہ کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ حاشیہ شرح مطالع

شرح مطالع الانوار

"مطالع الانوار" قاضی سراج الدین محمود بن ابی بکر ارموی (المتوفی ۶۸۹ھ) کا منطق و حکمت میں متن متین ہے۔ اس کے دو حصے (طرف) ہیں۔ طرف اول منطق میں اور طرف ثانی فلسفہ و حکمت میں موخر الذکر کے چار اجزا ہیں: جواہر، اعراض، امور عامہ اور العلم الالٰہی۔

"مطالع الانوار" کی شرح قطب الدین رازی (المتوفی ۷۶۶ھ) نے "لوامع الاسرار" کے نام سے لکھی، جسے وزیر غیاث الدین کے نام پر معنون کیا تھا۔

شرح مطالع کی مقبولیت

"شرح مطالع" علماء کے درمیان بہت زیادہ مقبول ہوئی اور اکثر افاضل نے اس پر حواشی لکھے۔ قدیم ترین حاشیہ مولیٰ الحاج پاشا کا تھا جسے انھوں نے میر سید شریف سے بھی پہلے لکھا تھا کیوں کہ موخرالذکر نے الحاج پاشا کے حاشیہ کے تقدم کا اعتراف کیا ہے۔ بایں ہمہ اکثر مقامات پر مواخذہ بھی کیا ہے۔ اس کتاب کے دیگر حواشی میں مولانا دانش مند ابیوردی، مولانا داؤد شروانی، عبدالرحیم شروانی اور محی الدین محمد بن شہاب الدین شروانی کے حواشی مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ حسب تصریح قاضی نوراللہ شوستری محقق دوانی نے شرح مطالع پر دو حاشیے لکھے تھے جن میں سے ایک قدیم کہلاتا تھا، اور دوسرا جدید۔

میر سید شریف کا حاشیہ شرح مطالع

لیکن سب سے زیادہ قبول عام میر سید شریف کے حاشیہ کو نصیب ہوا۔

میر سید شریف کی خواہش تھی کہ وہ "شرح مطالع" کو اس کے مصنف (قطب الدین رازی) سے پڑھیں۔ چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قطب الدین رازی بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ انھوں نے خود میں نوجوان طالب علم کے قیل و قال اور ایراد و اندفاع کی سکت نہ دیکھی اور اس لیے انھیں اپنے شاگرد شمس الدین محمد بن مبارک شاہ کے پاس بھیج دیا کہ ان سے پڑھنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ خود شارح سے پڑھنا۔ میر سید محمد شریف محمد بن مبارک شاہ کے پاس پہنچے انھوں نے کہا: مستقل درس کے لیے تو وقت نہیں ہے مگر فلاں امیرزادہ آج کل اس کتاب کو پڑھ رہا ہے اس کے ساتھ درس میں شریک ہو جاؤ۔ میر سید شریف اس کے ساتھ شریک ہو گئے۔ لیکن درس میں خاموش رہتے البتہ رات کو بڑے زور شور سے تیاری کرتے۔ ایک شب محمد بن مبارک شاہ مدرسہ کے معائنہ کے لیے آئے۔ جب میر سید شریف کے حجرے کے قریب پہنچے تو انھیں بڑے جوش و خروش سے اس کتاب کی تیاری میں پایا۔ انداز کچھ اس قسم کا تھا:

"قال الشارح کذا وقال الاستاذ کذا وانا اقول کذا"۔ شارح (قطب رازی) نے یہ کہا اور استاد نے یہ تقریر کی اور میں یہ کہتا ہوں۔ (الشقائق النعمانیہ بر حاشیہ تاریخ ابن خلکان جلد اول صفحہ ۲۳۹)

نوجوان شاگرد کے اس انداز مطالعہ سے وہ اس درجہ متاثر ہوئے کہ خوشی کے مارے رقص کرنے لگے اور دوسرے دن سے مستقل سبق مقرر کر دیا۔

بہرحال میر سید شریف نے درس کے دوران میں یہ حاشیہ تحریر کیا۔ مگر خدا کی قدرت ہے کہ زمانہ طالب علمی کی اس کاوش کو بعد میں وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ فحول علما نے درس و تحشیہ کے ذریعہ اس کے ساتھ اعتنا کیا۔ چنانچہ جن لوگوں نے میر سید شریف کے حاشیہ پر حواشی لکھے ان میں میر مرتضیٰ شریفی، مرزا جان شیرازی، ابن کمال پاشا، اور مولانا لطفی خاص طور سے مشہور ہیں۔ علمائے مشاہیر کے اس فرط اعتنا سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"شرح مطالع" ہندوستان میں

"غالباً" "شرح مطالع" کے نام سے ہندوستانی فضلا عہد فیروز شاہی ہی میں واقف ہو چکے تھے چنانچہ جب فیروز تغلق (۷۵۲ - ۷۹۰ھ) نے مدرسہ فیروز شاہی کی صدارت مولانا جلال الدین رومی کو تفویض کی جو مولانا قطب الدین رازی کے شاگرد تھے تو موخر الذکر "شارح شمسیہ و مطالع" ہی کی حیثیت سے مشہور تھے چنانچہ محدث عبدالحق دہلوی نے شیخ محمد بن یوسف ملتانی کے ذکر میں لکھا ہے:

"او شاگرد مولانا جلال الدین رومی است کہ از تلامذہ مولانا قطب الدین رازی شارح شمسیہ و مطالع است۔"

(اخبار الاخیار صفحہ ۱۵۰)

یہ نہیں معلوم کہ درس میں "شرح مطالع" کا ہندوستان میں کب سے رواج ہوا مگر یہ امیر فتح اللہ شیرازی کے علمائے ولایت کی کتب معقولات کو متعارف کرانے سے پہلے یقیناً شروع ہو چکا تھا کیوں کہ شاہی بیگ (المتوفی ۹۲۵ھ) نے جو بابر سے پہلے سندھ کا حاکم تھا اور سیاسی اقتدار کے ساتھ علم و فضل میں بھی پایہ سامی رکھتا تھا، "شرح مطالع" پر تعلیقات لکھی تھیں۔ بعد میں جب مولانا عبدالسمیع اندجانی ۹۶۲ھ میں ہندوستان آئے تو اس کا رواج بڑھ گیا کیوں کہ انھیں "شرح مواقف" کے علاوہ "شرح مطالع" کے پڑھانے میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ احمد امین رازی نے لکھا ہے:

"قاضی عبدالسمیع از شاگردان مولانا احمد جند است ..... شرح مواقف و حاشیہ مطالع نیک می داند۔"

(ہفت اقلیم جلد دوم صفحہ ۳۱۴)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور شرح مطالعہ کا تحشیہ

رس میں متداول ہونے کے نتیجے میں علمائے ہندوستان نے بھی "شرح مطالع" پر حواشی لکھے۔ ان میں
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے صاحب زادے مفتی نور الحق کا حاشیہ مشہور ہے۔ اس طرح دسو...
گیارھویں صدی ہجری میں "شرح مطالع" کی تدریس و تحشیہ کا عام رواج تھا۔

اسی رواج عام کا نتیجہ تھا کہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے بھی "شرح مطالع" پر حاشیہ لکھا۔
علامہ سیالکوٹی کے "حاشیہ شرح مطالع" کا ایک نسخہ بانکی پور لائبریری میں موجود ہے۔

(باقی آئندہ)

علوم قرآنی کا بیش بہا خزانہ

مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر

تدبر قرآن

جلد اول — مشتمل بر

مقدمہ و تفاسیر آیۂ بسم اللہ، سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ و سورۂ آل عمران

سائز ۲۲×۲۹/۸ ، صفحات ۸۸۰

آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت

چرمی پشتہ کی مضبوط و پائدار جلد کے ساتھ۔ ہدیہ ۲۰ روپے

(محصول ڈاک: ایک روپیہ پچھتر پیسے)

(اکتیس روپے پچھتر پیسے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں یا وی پی طلب کریں)

دارالاشاعت الاسلامیہ

امرت روڈ، کرشن نگر - لاہور نمبر ۱